خواتین اسلام کیلئے ایک مفید لائحہ عمل

(از محترمہ رقیہ بنت خلیل بن محمد صاحب یمنی)

۲

"صنفِ لطیف کے متعلق اسلام کا زاویہ نگاہ"

ہمارے برگزیدہ مذہب اسلام نے صنف نازک کی ان مجبوریوں پر نظر کرتے ہوئے جو اس کے ساتھ خاص ہیں ان کی بنا پر اسے زمانے کے دست برد سے بچانے اور تحصیل معاش کی دقتوں کو برداشت کرنے۔ نیز محنت شاقہ میں پڑکر تکلیف مالا یطاق کی زحمت سے محفوظ رکھنا چاہا ہے۔ اسی لئے طبقۂ ذکور کو اس کی کفالت اور اس کی دیگر ضروریات کی فراہمی پر مجبور کیا ہے اور اسی امر کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت سے ایسے مذہبی فرائض ہیں جن کی ذمہ داری صرف مردوں پر عائد کی ہے اور طبقہ نسواں سے ان کی بازپرس نہیں ہے یہی وہ علت ہے جس کی بنا پر طبقۂ ذکور کو بعض معاملات میں عورتوں پر فوقیت دی گئی ہے اور اسی جانفشانی کے صلہ میں انھیں سراہا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کے حقوق عطا کرنے میں اور اس کیلئے ترقی کی راہ کشادہ کرنے میں اسلام کا زاویہ نگاہ تنگ ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں خواتین اسلام کا تبلیغ اسلام اور تدوین حدیث میں حصہ لینا اور میدان جنگ میں کارنمایاں انجام دینا نیز اپنے زمانے کی سیاسیات سے باخبر ہونا اور تحصیل معاش کے ذرائع اختیار کرنا یہ تمام باتیں اس پر شاہد ہیں کہ مسلم عورت حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے تقریباً ہر شعبۂ حیات میں حصہ لے سکتی ہے۔ درحقیقت اسلام ایک لائحہ عمل اور مکمل قانون ہے اور قانون میں ہمیشہ اکثریت کا لحاظ رکھا جاتا ہے لہذا فریقین کی فطرت کا بغور مطالعہ کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں کہ قدرت کا دونوں میں سے ہر ایک کی طاقت و قوت اور ان میں سے ہر ایک کی خاص خصوصیات کا جنکے سبب سے ایک کو دوسرے کے مقابلے میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے ان تمام امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذکورۂ بالا تقسیم عمل کسقدر مناسب اور موزوں ہے اور عدل و انصاف کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔

اب یہ اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا کہ اسلام نے عورت کو فکر معاش سے آزاد رکھا ہے لیکن اگر وہ تحصیل معاش چاہے تو اس میں اس کو عام اجازت ہے اللہ تعالی فرماتا ہے لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔ مرد اپنی کمائی میں حقدار ہیں اور عورتیں اپنی کمائی میں حقدار ہیں۔

اور اپنی کمائی ہوئی روزی میں وہ مختار ہے خواہ اسراف و تبذیر سے بچتے ہوئے اپنے مصرف میں لائے یا اپنے کنبے کی پرورش کرے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی عرض کیا حضور میں دستکار عورت ہوں کیا اپنے کمائے ہوئے مال میں سے اپنے غریب شوہر اور بچوں نیز اپنے بھائی کے یتیم بچوں پر صدقہ کر سکتی ہوں فرمایا ہاں اور تمہیں اسکا دوہرا ثواب ہوگا۔ ایک صدقے کا دوسرا صلۂ رحمی کا۔ (ابن ماجہ ابواب الصدقات)

طبقہ نسواں پر اسلام کے عام لطف وکرم کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ قافلے کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور سب اونٹوں پر سوار تھے ہانکنے والے نے غیر معمولی تیزی سے ہانکنا شروع کیا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کی تکلیف محسوس کرتے ہوئے فرمایا رویدك سوقك بالقواریر۔ ان آبگینوں کا خیال کرتے ہوئے آہستہ ہانکو (صحیح مسلم) حجۃ الوداع میں رحمۃ للعالمین نے لاکھوں مسلمانوں کو جمع کر کے دل ہلا دینے والی وصیتیں فرمائی تھیں ان وصایا میں طبقہ نسواں کو فراموش نہ کرتے ہوئے فرمایا لوگو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام عربوں کی عام ذہنیت سے واقف تھے کہ وہ عورتوں کو دنیا کی ذلیل ترین اور باعث ننگ وعار ہستی تصور کرتے تھے لہذا یہ فرما کر کہ المرأۃ راعیۃ علیٰ بیت زوجھا وولدہٖ عورت اپنے شوہر کے گھر بار اور اولاد کی مالکہ ہے (صحیح بخاری) نیز یہ ارشاد فرما کر کے اپنے سالے اور سسر کی عزت کیا کرو ان کے اس نظریئے کی تردید فرما کر عورت کو معزز ثابت کیا اب عورتوں کو بے دست و پا سمجھ کر ان پر بلاوجہ ظلم اور تشدد روا رکھنے والے اور انھیں زبانی اور جسمانی اذیتیں پہنچانے والے اپنے گریبانوں میں مونھہ ڈالیں۔ اور غور کریں کہ ان کے اس ناروا عمل کو اسلام کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ ہے؟

غالبا سطور بالا سے ایک حد تک یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ اسلام نے عورت کو کتنا سراہا ہے اور اس کے قوانین کسقدر مستحکم اور عالمگیر ہیں۔ نیز یہ کہ عورت کیلئے ترقی کی راہ کشادہ کرنے میں اسلام نے نہایت سیرچشمی اور وسعت ظرفی سے کام لیا ہے۔ اور یہ بھی اچھی طرح واضح ہے کہ عورت کو اگر کہیں اطمینان قلب اور دائمی راحت میسر آسکتی ہے تو اسلام ہی کی آغوش رحمت میں (بشرطیکہ مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی حدود میں رہ کر اسلام کے پیرو کار ہوں)۔

کیا پردہ تعلیم نسواں کی راہ میں حائل ہے"

کسی مختلف فیہ مسئلہ میں دو مخالف وموافق فریقوں کا تبادلۂ خیال اسوقت کارآمد اور مفید ہوسکتا ہے جب دونوں کا نصب العین ذاتیات سے بلند وبالا ہو کر آپس کے اختلاف کو دلائل وبراہین سے رفع کر کے ایک معقول رائے پر متفق ہونا ہو لیکن اس کے برعکس اگر ہر فریق متعصبانہ طور پر اپنی رائے پر سختی سے ثابت قدم رہنے پر اور دوسرے کو مغلوب کرنے کے درپے ہو تو ایسی صورت میں تبادلۂ خیال امر اور فعل عبث سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا پردہ کے مسئلہ پر ایک عرصہ دراز سے سینکڑوں معرکۃ الآرا مضامین لکھے جا چکے اور لکھے جا رہے ہیں لیکن ہنوز روز اول اختلافات کا سلسلہ اگرچہ ہمیشہ سے جاری ہے اور آئندہ اس کے منقطع ہونے کی امید موہوم ہے۔ لیکن اصلاحی امور میں ایسے امور میں اسے طول دینا دانشمندی کے خلاف ہے۔

ذیل میں اپنی علمی واماندگیوں کا اعتراف کرتے ہوئے پردہ کے مسئلہ پر اپنے ناچیز خیال کا اظہار کرنا چاہتی ہوں۔ مندرجہ ذیل آیت سے ہاتھ اور چہرہ کھول کر عورت کے باہر نکلنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ایمان والوں سے کہدیجئے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ الی قولہ تعالیٰ ان اللہ غفور رحیم وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ایمان والیوں سے کہدیجئے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ الی قولہ تعالیٰ۔ الا ما ظہر منہا ط

آیات مسطورۂ بالا میں الا ما ظہر منہا کا استثناء چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی دلیل ہے چنانچہ امام المفسرین امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر جریر میں اور امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اسی کی تائید فرماتے ہیں۔ مزید براں مندرجہ ذیل احادیث اور اسلام کے ابتدائی عہد کے واقعات بھی اسی کے موید ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ باریک لباس میں ملبوس ہو کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے منہ پھیر کر فرمایا کہ عورت کو چہرہ اور ہاتھ کے سوا کسی عضو کے نمایاں کرنے کی اجازت نہیں ہے یہ روایت فتح القدیر شرح ہدایہ اور ابوداؤد دونوں میں ہے۔ صحیح بخاری جزء سابع۔ باب حج المرأۃ عن الرجل۔ میں ہے عن عبد اللہ بن عباس قال کان الفضل ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم [۴۴] یصرف وجہ الفضل الی شق الاخر فقالت ان فریضۃ اللہ ادرکت ابی شیخا کبیرا افاحج عنہ قال نعم وذلک فی حجۃ الوداع۔ ترجمہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری میں) حضرت فضل بیٹھے تھے اتنے میں ایک خثعمیہ عورت حاضر ہوئی اور حضرت فضل اور وہ عورت دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور حضور اقدس حضرت فضل کا چہرہ دوسری جانب پھیرنے لگے اس عورت نے کہا حضور میرے والد بہت بوڑھے اور ضعیف ہیں حتیٰ کہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فریضۂ حج ہے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں فرمایا ہاں یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ ابن جریر طبری میں یہ حدیث اس طرح وارد ہوئی ہے۔ وکان الفضل غلاما جمیلا فاذا جائت الجاریۃ من ھذا الشق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجہ الفضل الی شق الاخر فاذا جائت الی شق الاخر صرف وجھہ عنہ وقال فی اخرہ رأیت غلاما حدثا وجاریۃ حدثۃ فخشیت ان یدخل بینہما الشیطان (ترجمہ) فضل خوبصورت نوجوان تھے جب وہ عورت اس طرف آتی تھی تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا چہرہ اس جانب سے پھیر دیتے تھے اور آخر میں ارشاد فرمایا میں نے نوجوان مرد اور نوجوان عورت کو (مقابل) دیکھا تو ڈرا کہ ان کے درمیان شیطان نہ داخل ہو جائے علاوہ ازیں حج میں جس طرح مرد کیلئے لازمی ہے کہ اس کے سر پر کپڑا نہ پڑنے پائے اسی طرح عورت کیلئے بھی لازمی ہے کہ اس کے چہرہ سے کپڑا نہ مس ہو۔ فتح القدیر میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المحرمۃ لا تنتقب ولا تلبس القفازین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ احرام والی عورت نہ چہرہ پر نقاب ڈالے نہ دستانے پہنے ایک اور جگہ آپ کا ارشاد ہے احرام الرجل فی رأسہ واحرام المرأۃ فی وجھھا۔ مرد کا احرام اس کے سر سے اور عورت کا چہرہ سے متعلق ہے یعنی مرد کے سر اور عورت کے چہرہ سے کوئی کپڑا وغیرہ مس نہ ہونے پائے۔

غرض یہ تمام امور اس پر شاہد ہیں کہ عورت اپنی ضروریات کیلئے باہر جا سکتی ہے چنانچہ ایک خاتون حضرت قیلہ حضور اقدس صلعم کی خدمت میں آداب بیع وشراء سیکھنے حاضر ہوئیں عرض کیا حضور جب میں کوئی شے خریدتی ہوں تو پہلے اس کے دام کم لگاتی ہوں پھر آہستہ آہستہ بڑھاتی رہتی ہوں اور جب کوئی شے فروخت کرتی ہوں تو پہلے زیادہ دام بولتی ہوں پھر گھٹاتی جاتی ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں قیلہ کوئی چیز خریدو فروخت کرو بس ایک ہی دام بولا کرو۔ نیز

[۴۴] فجاءت امراۃ من خثعم فجعل الفضل ینظر الیہا وتنظر الیہ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث نبویہ سے عورتوں کا صبح وعشا کی نمازوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں شریک ہونا اور میدان کارزار میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ عورتیں بعض اہم کاموں میں بھی مردوں کی شریک رہا کرتی تھیں۔ پھر فحوائے آیہ قل للمومنین یغضوامن ابصارھم الخ سے یہ پتہ چلتاہے کہ ضرور کوئی قابل احتراز شے آنکھوں کے سامنے ہے جس کی وجہ سے آنکھیں نیچی رکھنے کے متعلق ارشاد باری ہواہے اور اگر چہرہ پر نقاب ہوتی تو نظریں نیچی کرنے کا خاص طور پر حکم نہ دیاجاتا پھر اسی کے ساتھ مومنات کو بھی مردوں کے مقابلے میں نیچی نظریں کرنے کا حکم یہ تقابل اس بات پر بصراحت دلالت کرتاہے کہ یہ حکم اس وقت کیلئے ہے جب مرد کے پیش نظر عورت کا چہرہ ہو اور عورت کے پیش نظر مرد کا چہرہ ہو۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی عورت کے ہاتھ اور چہرہ کھول کر باہر نکلنے کی تائید فرمائی ہے جس کی تصریح وتفصیل کتاب الکراہیہ ہدایہ میں ہے میں نے اپنے محدود معلومات جو چہرہ کھول کر باہر نکلنے کی اجازت میں تھے قارئین کرام کے سامنے پیش کردیئے اب فریق مخالف جو چہرہ اور ہاتھ کھول کر عورت کے باہر نکلنے کے خلاف ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں قولہ تعالیٰ یا ایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیھن ذالك ادنیٰ ان لایعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما۔ اس آیہ کریمہ کی شان نزول امام ابن جریر طبری اور امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیروں میں یہ فرمائی ہے کہ عورتیں جب نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر واپس ہونے لگتی تھیں تو ایک اوباشوں کی جماعت سر راہ بیٹھکر ان پر آوازے کسا کرتی تھی اس بے جا روش پر اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ وحی نازل فرمائی۔ فریق مخالف کے استدلال کیلئے یہی آیہ کریمہ اتنی کافی اور وافی ہے کہ اس کے بعد ہم دوسرے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے سورۂ نور کی مذکورۃ الصدر آیۃ جس میں عورت کو چہرہ اور ہاتھ کھول کر باہر نکلنے کی اجازت دی گئی تھی اس سے وہ فوائد حاصل کرسکتی تھی اور اپنی ضروریات میں اس سے امداد لے سکتی تھی لیکن فطرتاً اوباشوں کی اس ناروا حرکت کی وجہ سے اور آئندہ کیلئے بہت سے ایسے شرو فسادوں کا جن کا فریقین میں سے ہر ایک سے سرزد ہونے کا احتمال تھا۔ باری تعالیٰ نے یدنین علیھن من جلابیھن آیہ کریمہ نازل فرماکر ہمیشہ کیلئے ان کا قلع قمع کردیا۔ کیا ان واقعات کو جمع کرنے کے بعد ہر ذی عقل کے سامنے یہ اصول منتزع کرکے نہیں پیش کیا جاسکتا کہ ایک مباح امر سے جب ناجائز فائدہ اٹھایا جانے لگے تو وہ حکم اباحت سوخت کیا جاسکتاہے میں اس اصول کو باور کرانے کے ثبوت میں قارئین کرام کی توجہ مذکورۂ بالا خثعمیہ کے قصے کی طرف لوٹانا چاہتی ہوں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت فضل اور خثعمیہ کو آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا تو فتنہ کے خیال سے اپنے دست مبارک سے انکا چہرہ پھیر دیا نیز عہد فاروقی کی ایک زریں مثال پیش کرتی ہوں رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں نیز صدیق اکبر کے زمانۂ خلافت میں اور فاروق اعظم کے ابتدائی دور تک اسی قانون خداوندی پر عمل ہوتا رہا کہ ایک جلسے میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین یا تین سو یا تین ہزار طلاقیں بھی دیدے تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی تھی بلکہ ہر ماہ میں ایک طلاق کے حساب سے تین ماہ میں طلاق واقع ہوجاتی تھی اس صورت میں دو طلاقیں تک آپس میں اگر تعلقات خوشگوار ہوجاتے تھے تو فبہا ورنہ تیسری طلاق تک رجعۃ ناممکن تھا لیکن حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرد اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگے اور عورتوں پر اس ذریعہ سے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا یعنی تین طلاقیں دیکر جب دیکھتے کہ مدت طلاق قریب الاختتام ہے تو رجعۃ کرکے پھر طلاق دیدیتے تھے اور اس طرح ایک عرصۂ دراز تک اسے معلق رکھتے تھے اس ناروا حرکت کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا تو فرمایا کہ اب جو شخص بھی ایک جلسے میں تین طلاقیں دیگا وہ تینوں ہی شمار کی جائیں گی یہ فیصلہ اس حد تک مقبول ہوا کہ ائمہ اربعہ نے اسی تسلیم کرلیا اور مذکورہ بالا تین ماہ میں تین طلاقیں دینے کے طریقہ کو طلاق سنت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسرے طریقے یعنی ایک جلسے میں تین طلاقیں دینے کو فقہائے کرام اصطلاحاً طلاق بدعی کہتے ہیں۔ اہلحدیث کرام ایک جلسے میں تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صرف سزاءً اسے ایجاد کیا تھا اور دواماً اسے رائج کرنے کا آپ کا منشا نہ تھا۔ اور نہ ہوسکتا ہے۔

سطور بالا سے ایک حد تک یہ واضح ہوگیا کہ شریعت میں مصالح اور وقت کا کتنا لحاظ رکھا گیا ہے اور شریعت نے بے نقابی کو گھونگھٹ ڈالنے یا انچل لٹکانے کے غیر مکلف نقاب سے صرف انسداد فتنہ کی غرض سے بدل دیا بلکہ اگر میں یہ عرض کروں تو بے جا نہ ہوگا کہ جن کی طبیعتیں خونچکانی بداعمالی خطاکاری کیلئے وقف تھیں اور جن کے قلوب جبر و تعدی ظلم و زیادتی سے ملوث تھے اور آفتاب نبوت کی ضیاپاش کرنوں نے دلوں سے اعمالوں کی سیاہی طبائع سے فتنہ و فساد استیصال کرکے انھیں نور ایمانی سے مملو کر دیا تھا اور بہیمیت کے ذلیل ترین رتبہ سے نکال کر انسانیت و اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر مشرف کیا تھا اس مبارک عہد میں اشرار کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے احتیاطی تدابیر عمل میں لانے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہی نہیں کہ طبقہ ذکور میں اس جماعت کی کثرت تھی بلکہ خواتین میں بھی عہد اسلام ہی میں ایک انقلاب پیدا ہوگیا تھا چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خواتین کی بعض بے عنوانیاں دیکھکر نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ عورتوں نے جواب نئے نئے زیبائش کے طریقے نکالنا شروع کر دئے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو یقیناً انھیں مسجد جانے سے منع فرما دیتے۔ (صحیح بخاری) پھر خیال فرمائیے کہ آج جبکہ اختلاط باہمی تہذیب نو کے خصوصیات میں داخل ہے اور جذبات کو آزاد اخلاق کو برباد کرنے کے سینکڑوں وسائل موجود ہیں اور مذہب جس پر انسان کی ظاہری اور باطنی اخلاق کی اصلاح کا انحصار ہے اس کی طرف سے بے التفاتی برتی جارہی ہے اس صورت حال کے باوجود نقاب کو ترک کردینا کہانتک قرین مصلحت ہے۔ اور کیا آزادی اور ترقی کی اس ابتدار کو دیکھکر مستقبل میں اس کی وہی انتہا نظر نہیں آتی جس سے خود بعض مدبران یورپ پریشان ہیں میرے خیال میں مسلمان خواتین ان تمام باتوں سے عبرت حاصل کرتے ہوئے ہندوستان کی ان تعلیمیافتہ خواتین کو اپنا مقتدا بنائیں جنھوں نے نقاب میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور بے پردہ تعلیم حاصل کرنے والی خواتین سے گوئے سبقت لے گئیں۔ تو یقیناً وہ بہت سی مسلمان لڑکیوں پر احسان کریں گی کیونکہ مسلمانوں کا ایک بڑا قدامت پسند طبقہ اس بے پردگی کا ہرگز روادار نہیں جس کا آخری نتیجہ فیشن پرستی وغیرہ کی صورتوں میں ظاہر ہونا رہتا ہے اور اسی انجام کا خیال کرکے وہ اپنی ہونہار بچیوں کو تعلیم سے کورا رکھنا ہی مناسب سمجھتے

ہیں ان میں ایسی بچیاں بھی پائی جاتی ہیں جنھیں اگر تہذیب اور تربیت کے ساتھ علوم مغربیہ و مشرقیہ پڑھائے جائیں تو وہ قوم کیلئے باعث فخر خواتین ثابت ہو سکتی ہیں۔

یہ عذر بجا ہے کہ مسلمانوں کا اکثر حصہ اس قدر مفلوک الحال ہے کہ وہ لڑکوں کو بمشکل تعلیم دلا سکتا ہے چہ جائیکہ لڑکیوں کی تعلیم اور وہ بھی پردہ کے انتظام کے ساتھ۔

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کوئی کام ایثار و کوشش کے بغیر انجام نہیں پا سکتا اگر ہمارے علماء اپنی بچیوں اور بہنوں وغیرہ کو علوم دینیہ کی تعلیم دینے کیلئے اور جدید علوم و فنون حاصل کئے ہوئے بھائی اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو جدید علوم و فنون سکھانے کیلئے اپنا کچھ وقت صرف کیا کریں تو یہ دشواریاں ایک حد تک رفع ہو سکتی ہیں۔ نیز ہمارے رؤسا اور فارغ البال مرفہ حال بہنیں اپنی نادار اور مفلوک الحال بہنوں کی تعلیم کیلئے دامے درمے امداد فرمائیں تو اس طرح وہ پردے کے ساتھ زنانہ مدارس میں بھی تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔

سرزمین لاہور مبارک ہے جس میں محترمہ فاطمہ بیگم ایسی سرگرم عمل خاتون نے بمبئی کی ملازمت[1] سے استعفیٰ دیکر اپنے وطن لاہور میں زنانہ مسلم کالج کی بنیاد ڈالی اور اس میں مغربی و مشرقی تعلیم کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کر رہی ہیں۔ میں اپنی محترم اور بزرگ خواتین سے التماس کرتی ہوں کہ وہ محترمہ موصوفہ اور ان کی ممد و معاون خواتین سے قومی ایثار اور علمی خدمات کا سبق حاصل کریں۔ ذیل میں میں یمن کی دو فاضلہ عالمہ عورتوں کی مختصر سوانح کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتی ہوں۔ جو ابھی تقریباً دو صدی پیشتر گذری ہیں۔ انھوں نے اپنے گھروں میں باپ اور بھائیوں سے علم حاصل کر کے علمی دنیا میں نام پیدا کیا اور پس پردہ مردوں کو اپنے درس و تدریس سے مستفید کیا۔

شریفہ دھماء بنت یحییٰ آپ امام مہدی احمد ابن یحییٰ کی بہن تھیں اور ان ہی سے پڑھا بڑی فاضلہ عالمہ خاتون گذری ہیں۔ چنانچہ ازہار کی شرح چار مجلدات میں شرح منظومۃ الکوفی فقہ و فرائض میں اور شرح مختصر المنتہیٰ آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ شہر ثلا میں طلبار کو درس دیا کرتی تھیں اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر مشہور ہے اس پر قبہ ہے اور لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔ آپ شاعرہ بھی تھیں ہمیں ان کے صرف دو شعر مل سکے ہیں جو انھوں نے اپنے بھائی کی تصنیف ازہار کی مدح میں کہے تھے وہ یہ ہیں ؎

یا کتابا فیہ شفاء النفوس ✤ ونتیجۃ لفکر من المحبوس
انت للعلم فی الحقیقۃ نور ✤ وشفاء وبھجۃ للنفوس

ترجمہ" اے وہ کتاب جس میں نفوس کی شفا ہے اور یہ اس شخص کے افکار کا نتیجہ ہے جو قید و بند میں گرفتار ہے۔ درحقیقت تو علم کی مشعل اور دلوں کیلئے تازگی اور شفا ہے"۔ شریفہ' زینب' بنت محمد ابن احمد ابن الامام الحسن ابن علی ابن داؤد المؤیدی یہ بڑی ادیب اور شاعرہ خاتون گذری ہیں۔ ان کا ایک قصیدہ جو انھوں نے اپنے شوہر سید علی بن الامام

[1] نوٹ۔ محترمہ موصوفہ بمبئی میں سپرنٹنڈنٹ آف اسکولس تھیں۔

المتوکل علی اللہ اسماعیل ابن القاسم کو لکھا تھا اس کا مطلع یہ ہے۔

اصخ لی ایہا الملک الھمام ٭ علیک صلوٰۃ ربک والسلام

ترجمہ:۔ "اے ذی مرتبت شاہ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے رحمتیں اور سلام نازل ہوں میری بات بغور سنئے" افسوس ہے کہ شریفہ زینب کا یہ پورا قصیدہ اور دوسرے اشعار ہمیں نہ مل سکے اشعار کی مشکل ترین صنعت توریہ میں بھی آپ کے صرف دو شعر مل سکے ہیں ؎

وقائل لی ازال لیس تشبہھا ٭ شہارۃ قلت قف لی واستمع مثلی
الیس صنعاء تحت الظہر من ظلع ٭ اما شہارۃ فوق النحو المقل

ترجمہ:۔ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ مقام شہارہ کو موضع ازال سے کوئی نسبت نہیں۔ میں نے جواب دیا ذرا ٹھہرو اور میری بات سنو۔ کیا مقام صنعا وادی ظہر اور ضلع کے نیچے حصہ میں نہیں واقع ہوا ہے اور کیا شہارہ نحر و مقل کی اونچائی پر نہیں ہے۔ اس میں توریہ یہ ہے کہ ضلع اور ظہر اور نحر اور مقل اطراف یمن میں گاؤں کے نام ہونے کے علاوہ عربی میں ظہر پیٹھ کو اور نحر سینہ کے اوپری حصہ کو کہتے ہیں اور مقل کے معنی آنکھ کا ڈھیلا ہیں لہذا جن معنی کی طرف شاعرہ کا اشارہ ہے وہ یہ ہیں کہ صنعا پیٹھ کے نیچے اور شہارہ سینہ اور آنکھوں پر واقع ہوا ہے۔ آپ کے اشعار بہت ہیں اور ادیبہ اور شاعرہ ہونے کے علاوہ آپ علم نحو واصول منطق اور نجوم نیز رمل میں بھی کامل دستگاہ رکھتی تھیں۔

میں انھیں دو خواتین کے مختصر تذکرے پر اکتفا کر کے اپنی محترم بہنوں کو جو باور کرانا چاہتی ہوں اس کا لب لباب یہ ہے کہ ضرورت اور وقت اگر اس کے متقاضی ہوں تو حتی الامکان احتیاط کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نکل سکتے ہیں لیکن بلاضرورت اظہار زینت وزیبائش کرتے ہوئے اس پر آشوب زمانے میں عورت کا باہر نکلنا!! تو میں بلا خوف لامۃ لائم کہتی ہوں کہ مسلمان عورت اس سے کہیں بلند و بالا اور اس کا مقصد حیات اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔

کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ یہی وہ پرخار جنگل ہے جس میں داخل ہو کر ہم ضلالت کی بھیانک وادی میں گر سکتے ہیں اور پھر اپنی اخلاقی اور معاشرتی تباہی کا خود ہی باعث ہونگے نیز یہ کہ

تحصیل علم میں ترک نقاب شرط نہیں بلکہ علم کا صرف علم کیلئے حاصل کرنا شرط ہے۔ (باقی)

ایک ضروری تصحیح

گذشتہ ماہ جون ۳۸ء کے محدث میں ص۱۷ سطر ۱۶ میں ابوجہل کا لفظ غلط چھپ گیا ہے۔ بجائے اس کے ابوسفیان ہونا چاہئے۔ ناظرین اسے ضرور درست کرلیں۔

مدیر